

افادات رضویہ سے ماخوذ

صحابی رسول ﷺ، کاتب وحی، مجتہد و فقیہ اور پہلے بادشاہ اسلام کے فضائل و مناقب کا بیان

الإفادات الرضویة فی مدح الأَمیر معاویة رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان

مؤلف

ڈاکٹر حامد علی علیی

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

تقدیم

محقق رضویات، علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی رحمہ اللہ (انڈیا)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادور، کراچی، فون: +922132439799

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان

تالیف : ڈاکٹر حامد علی علیی

تقدیم : محقق رضویات مفتی محمد حنیف خاں رضوی

طبع اول : صفر المظفر، ۱۴۳۷ھ / نومبر، ۲۰۱۵ء

تعداد: : ۳۰۰۰

صفحات: : ۶۴

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادور، کراچی

فون: +922132439799

خوشخبری : یہ کتاب اس ویب سائٹ پر بھی ہے:

www.ishaateislam.net

انتساب

ناموس صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی عظمتوں اور رفعتوں کے پاسبانوں کے نام جنہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے ان حضرات قدسیہ کے فضائل و مناقب بیان کیے اور منکرین اور مبغضین کی سازشوں کا پردہ چاک کیا اور ان کا مکروہ چہرہ عامۃ الناس کو دکھایا اور فضل رب سے ابدی سعادتوں کے حقدار بن گئے۔

خصوصاً زمانہ قریب میں علماءِ سندھ نے نیز یکتائے زمانہ امام عبد العزیز پرہاروی ملتانی اور امام احمد رضا خان حنفی رحمہ اللہ کہ جنہوں نے اپنے وقت کے خارجیوں، ناصبیوں، رافضیوں اور زبردستی کے تفضیلیوں کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں فضائل صحابہ کرام خصوصاً ملک المسلمین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور رفعتِ شان میں کتب و رسائل تالیف کیے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے فیض کو جاری و ساری رکھے، آمین۔۔۔!

نگاہِ کرم کا طالب

ڈاکٹر حامد علی علیمی

Contact: 0321-2937062

hamidali41@gmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۰۴
۲	کلمات جلیلہ از مفتی محمد حنیف خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ	۰۷
۳	تقدیم از علامہ اللہ رحم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۰۹
۴	حیاتِ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ ایک نظر میں	۱۱
۵	معروضات علمی	۱۴
۶	نذرانہ عقیدت در شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۸
۷	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف	۱۹
۸	نام و نسب	۱۹
۹	صحابی کی تعریف	۲۰
۱۰	قرآن کریم میں صحابہ کرام کی اقسام اور فضیلت	۲۰
۱۱	مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث میں	۲۷
۱۲	تنبیہ ضروری	۲۸
۱۳	صحابہ کو بُرا کہنے والے کا حکم	۲۹
۱۴	فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۰
۱۵	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	۳۱
۱۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادب کرتے تھے	۳۷
۱۷	حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی	۳۸
۱۸	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے	۳۹

۱۹	پہلے بادشاہ اسلام	۴۰
۲۰	اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ	۴۱
۲۱	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم	۴۶
۲۲	دشمنان صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سے بچنا لازم	۴۸
۲۳	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والا جہنم کا کُتلا ہے	۵۰
۲۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ، ہم کیا کریں؟	۵۱
۲۵	اختلاف علماء کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟	۵۳
۲۶	مشاجرات صحابہ کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟	۵۸
۲۷	وصال	۶۱
۲۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت	۶۱

کلمات جلیلہ

شیخ الحدیث مفتی محمد حنیف خاں رضوی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی تصانیف میں جہاں اسلامیات کے متعدد عنوانات پر لکھا وہیں رجال صحابہ و تابعین اور محدثین و فقہاء کے تعلق سے بھی بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور ان کے سلسلہ میں اہل سنت کا جو صحیح موقف ہے اس کو واضح بھی کیا ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور ان کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ کاتبین وحی کی صف میں شمار ہوتے ہیں، گویا آپ کو بارگاہ رسالت سے وہ اہم ذمہ داری سونپی گئی تھی جس پر مذہب اسلام کی بنیاد ہے، اس لیے آپ کی شخصیت کتنی اہم ہے کسی صاحب ایمان کے لیے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ واضح رہے کہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل و ثقہ ہیں، ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، لہذا ان میں سے کسی کی جناب میں لب کشائی کسی مومن کا شیوہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی اور اپنی متعدد تحریروں میں ہمیں آگاہ کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی طرح کی بہتان طرازی یا ان پر سب و شتم ہر گز جائز نہیں بلکہ اس کے مرتکب کا ایمان خطرے میں ہے۔

محب گرامی حضرت مولانا ڈاکٹر حامد علی عیسیٰ زید مجدہ نے اپنی اس کتاب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ایسی تمام تحریریں جمع کر دی ہیں، جس کے لیے وہ جماعت اہل سنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور قبول انام بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی

امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف، یو۔ پی (انڈیا)

۰۹۴۱۲۴۸۹۳۶۸

۲۰ محرم الحرام، ۱۴۳۷ھ - ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جماعت صحابہ کرام میں سر نمایاں مقام رکھنے والی شخصیت حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ اور ان کے والد محترم فخر مکہ کے دن انقلابی اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کے زیر سایہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے اور جنگ حنین میں بھی شریک ہوئے، آپ کی ذات بابرکت اسلام کی ان سرکردہ شخصیات میں شامل تھی جنہوں نے اسلام کے آفاقی ابدی پیغام کی اشاعت میں انتہائی گراں قدر کام کیا، مسلمانوں کی فلاح و بہبود تعمیر و ترقی کے لیے اور دشمنان اسلام کے مزوم عزائم کو ناکام بنانے میں موثر حکمت عملی اپنائی۔ آپ ؓ دربار رسالت مآب ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے، آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ۱۶۳ احادیث مروی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ ؓ سے بہت سے صحابہ کرام مثلاً ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو درداء، نعمان بن بشیر ؓ نے احادیث روایت کی ہے، آپ ؓ فہم و تدبیر، علم و دانائی اور تحمل میں بڑے مشہور تھے۔ حضرت امام ترمذی ؒ نے ایک حدیث حسن عبد الرحمن ابن ابی عمر کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ”الہی! تو معاویہ کو کتاب سکھادے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ“۔ حضرت امیر معاویہ ؓ دراز قد خوبرو شخص تھے۔ انتہائی مالدار ہونے کے باوجود منکسر المزاج غریب پرور اور اسلام کے پکے سچے شیعہ ائی تھے۔ وہ حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں مملکت شام کے امیر تھے۔ جہاں انہوں نے ۲۰ سال تک بحیثیت گورنر حاکم اور پھر ۲۰ سال بحیثیت خلیفہ حکمرانی کی۔ جب امام حسن ؓ بار خلافت سے دستبردار ہوئے تو امیر معاویہ ؓ ۴۱ ماہ بیچ آخری جمادی الاول میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ المختصر حضرت امیر معاویہ ؓ اسلامی فکر کی ترویج و ترقی اور قرآنی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت میں بھرپور زندگی گزار کر ماہ رجب ۶۰ھ میں انتقال کر

گئے۔ دمشق میں جابیہ اور باب صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا، انہوں نے ستر سال کی عمر پائی۔ حضرت رسول خدا ﷺ کے موہائے تراشیدہ اور ناخن مبارک آپ ؓ کے پاس بطور تبرک اور یادگار موجود تھے، آپ ؓ نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور پھر مجھے میرے اور میرے ارحم الراحمین کے درمیان دفن کر کے چھوڑ دینا۔ زیر نظر رسالہ بھی حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ اور جماعت صحابہ کے باہمی تعلقات پر مبنی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔

ہمارے محترم جناب ڈاکٹر حامد علی علمی صاحب نے حضرت امیر معاویہ ؓ کے فضائل و مناقب کے حوالہ سے یہ رسالہ تحریر کیا ہے جس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت ؒ کی تحقیق انفقہ کو پیش کیا ہے، جو کہ فتاویٰ رضویہ میں متفرق طور پر موجود ہیں، بہت سے لوگوں کی فتاویٰ رضویہ تک رسائی نہیں ہے اور جن کی رسائی ہے وہ پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ہمارے امام نے امیر معاویہ ؓ کے بارے میں کیا تحقیقات پیش کی ہیں۔ کئی لوگوں کے قدم صحابی رسول حضرت امیر معاویہ ؓ کے حوالے سے پھسلے ہیں ان کو چاہیے کہ اعلیٰ حضرت ؒ کی تحقیقات کا مطالعہ کریں تاکہ ان کے شکوک و شبہات دور ہوں اور محبت امیر معاویہ ؓ سے ان کے سینے معمور ہوں نیز صحابی رسول ﷺ کی برکات سے متمتع ہوں۔ ہمارے محترم جناب ڈاکٹر حامد علی علمی صاحب کی یہ بہت بڑی کاوش اور کوشش ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمانے اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں مزید برکات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔ ادارہ اس رسالے کو مفید جانتے ہوئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اسے اپنے سلسلہ اشاعت کے ۲۵۹ نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور اراکین ادارہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احقر العباد: اللہ رحم (مدرس جامعۃ النور، کراچی)

حیات امام احمد رضا خان حنفی رحمہ اللہ ایک نظر میں

سرزمین ہندوستان بڑی زرخیز رہی ہے، بڑے بڑے نامور اہل علم اور ارباب فکر و دانش یہاں پیدا ہوئے اور عالم اسلام میں نام پیدا کیا۔ ان ہی نامور شخصیات میں ایک امام احمد رضا حنفی رحمہ اللہ ہیں، جو چودھویں صدی ہجری کے معروف اہل علم افراد میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ذیل اختصار سے امام کی حیات پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے۔

پیدائش: امام احمد رضا خان حنفی رحمہ اللہ کی ولادت ہفتہ کے دن بوقتِ ظہر بانس بریلی (ہندوستان) کے محلہ جسولی میں، ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا نقی علی خان صاحب سے حاصل کی۔ مرزا غلام قادر بیگ سے ناظرہ پڑھا اور ۱۲۷۶ھ میں تقریباً چار سال کی عمر میں قرآن کریم کا ناظرہ ختم کیا۔ اپنے والد کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام سے علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تعلیم حاصل کی اور ۱۲۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، اس وقت عمر صرف تیرہ سال، دس ماہ اور پانچ دن تھی۔ مولانا احمد رضا خان حنفی کے اساتذہ میں

۱۔ احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، مقدمہ کتاب، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / اپریل ۲۰۰۶ء، ج ۱، ص ۹۴۔ محمد ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء، حصہ اول، ص ۱۰۲-۱۰۳۔

آپ کے والد مولانا نقی علی خان کے علاوہ مرزا غلام قادر بیگ، شاہ آل رسول مارہروی، شاہ ابوالحسنین احمد نوری اور مولانا عبد العلی رامپوری تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی قابل ذکر ہیں۔

وصال: ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، جمعہ کے دن ہندوستان کے معیاری وقت کے مطابق ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر، عین اذان کے وقت جوں ہی موذن نے حجّی علی الفلاح کہا، اسی وقت مولانا احمد رضا خان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ارباب علم و دانش کے کلماتِ ثناء:

محدث اعظم کچھو چھو رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے، اُن کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر۔ علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ آپ کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے، اُٹھ کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تہذیب میں وہی لفظ مل جاتا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔ الخ“۔

۲۔ حیات اعلیٰ حضرت، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء، حصہ اول، ص ۱۱۲-۱۱۳۔

۳۔ حیات اعلیٰ حضرت، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء، حصہ سوم، ص ۲۹۵-۲۹۶۔

۴۔ مولانا محمد حنیف خاں، جامع الاحادیث، شبیر برادرز لاہور، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۳ء، ج ۱، ص ۴۰۷۔

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”۔۔۔ وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات اور متبحر عالم تھے۔ رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے۔ ان کی تالیفات و رسائل کی تعداد بعض سوانح نگاروں کی روایت کے مطابق پانچ سو ہے، جن میں سب سے بڑی کتاب فتاویٰ رضویہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاویٰ اور ”کفل الفقہ الفہم“ اس پر شاہد عادل ہیں۔ الخ“۔

مولانا کوثر نیازی (سابق وزیر اطلاعات و نشریات، پاکستان) اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

”بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا، جو نعت گوئی کا امام تھا اور احمد رضا خان بریلوی جس کا نام تھا۔ ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو، عقیدوں میں اختلاف ہو، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔“

۵۔ مولانا عبدالحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، نور محمد کتب خانہ کراچی، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، ج ۸، ص ۴۱-۴۰۔ مولانا حسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی، ص ۱۳۰۔

۶۔ ایضاً ص ۱۲۔

معروضات علمی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُوَفِّقِ اَهْلِ السُّنَّةِ لِلْاِهْتِدَاءِ بِهَذِي الْاُثْمَةِ الْمُجْتَهِدِينَ
مَصَابِيحِ الظُّلَمِ وَهَدَاةِ الْاُمَّةِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَامِعِ الْكُفْرَةِ وَالْمُبْتَدِعِينَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ الْبَرَّةِ الْكِرَامِ الْمُتَّقِينَ الْمُهْدِيِّينَ۔
أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس عالم کو پیدا فرمایا، طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا اور اس میں حضرت انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ پھر اس خاکدانِ عالم میں جن نفوس قدسیہ کو انسان کی رہنمائی اور رہبری کے لیے وقفاً بھیجا انہیں دنیا ”حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام“ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ ان حضرات کے فضائل و مناقب اور شان بیان کرنے کا حق کوئی انسان آج تک نہ ادا کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کر سکے گا، بلکہ ان کے فضائل و مناقب بیان کر کر کے انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی سعادت سے بہرور ضرور ہو رہا ہے۔ ان انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے جاں نثاروں اور غلاموں کو ”حواری اور صحابہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہر نبی و رسول علیہ السلام کے ”حواری و صحابی“ کی شان نرالی ہے، تاہم سید عالم خاتم النبیین ﷺ کے جاں نثار ”صحابہ“ کے مقام و مرتبہ کا عالم بلند و بالا ہے، ان کی تعریف و توصیف میں کسی کی کیا مجال کہ کچھ اضافہ کر سکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب ﷺ جن کی تعریف و توصیف فرمادیں، اُن کے لیے کسی اور انسان کی تعریف

و توصیف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی ان حضرات پر طعن و تشنیع کرے یا زبان درازی کرتے ہوئے جھوٹی حکایات سے دلیل لائے، تو وہ مردود و نامراد ہو گا کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اُس کے مکرم رسول ﷺ سے مقابلہ کرنا ہے۔

لہذا آج تک جس کسی نے بھی کسی نبی علیہ السلام، صحابی یا کسی ولی کی فضائل و مناقب اور شان میں جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو ان نفوسِ قدسیہ کے مدح خوانوں میں شمار کروانے اور آخرت میں اُن کی شفاعت و قرب پانے کے لیے کہا اور لکھا ہے۔ یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور رہے گا، زیر نظر تحریر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، کوئی خود تو مٹ جائے گا مگر ان کے ذکر کو مٹانہ سکے گا:

رہے گا یوں ہی اُن کا چرچہ رہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے وہی دھوم ہے اُن کی مائے اللہ مٹ گئے خود آپ مٹانے والے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام پر کچھ جالوں اور گمراہوں نے بے جا اعتراضات کیے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی دشمنی مول لی۔ کچھ نے بعض کی محبت میں بعض دوسروں کو بُرا کہنا شروع کیا۔ خصوصاً امیر المؤمنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ملک المسلمین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے معاملات بیان کرنے میں حد سے تجاوز کیا اور ایک کی محبت میں دوسرے کو برا کہنے لگے۔ جان لیں کہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں امیر المؤمنین علی بن ابوطالب کو بُرا کہے وہ بد بخت ”ناصبی“ ہے اور جو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی محبت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہے وہ خبیث ”شیعی زیدی“ ہے۔ یہ دونوں قسمیں آج بھی موجود ہیں اور شر

انگریزی میں مصروف عمل ہیں۔ پاکستان میں کہیں تفضیلت کا فتنہ سر اٹھا رہا ہے تو کہیں ”شیعی زیدیت“ کا اور کہیں ”ناصبیت“ کا رنگ نظر آرہا ہے، کہنے کو تو یہ فرقے سوادِ اعظم مسلکِ حق اہلسنت سے ہونے کا دم بھرتے نظر آتے ہیں، مگر کام بالکل خلاف کرتے ہیں، خدا انہیں ہدایت دے یا اٹھالے۔

امام احمد رضا خان حنفی رحمہ اللہ نے جہاں اُمت کی رہنمائی کے لیے تحریر و تقریر سے کوشش کی وہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان، قرآن و سنت سے بیان کر کے عوام الناس تک پہنچائی تاکہ حق بات کا علم ہو اس پر عمل کیا جاسکے، فضائل و مناقبِ مصطفیٰ و صحابہ کرام صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کے بارے میں کئی کتب و رسائل مرتب کیے۔ ان میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی تحقیق و تنقیح میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل تحریر فرمائے:

۱۔ ”الْبَشْرَى الْعَاجِلَةَ مِنْ تَحْفِ آجَلَةٍ“ (۱۳۰۰ھ)۔

۲۔ ”الْأَحَادِيثُ الذَّائِيَّةُ لِمَدْحِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ“ (۱۳۰۳ھ)۔

۳۔ ”عَزَّشَ الْإِعْزَازَ وَالْإِكْرَامَ لِأَوَّلِ مُلُوكِ الْإِسْلَامِ“۔

۴۔ ”ذُبُّ الْأَهْوَاءِ الْوَاهِيَةِ فِي بَابِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ“ (۱۳۱۲ھ)۔

۵۔ ”رَفَعَ الْعُرُوشَ الْخَاوِيَةَ مِنْ أَدَبِ الْأَمِيرِ الْمُعَاوِيَةَ“۔

۶۔ ”أَعْلَامُ الصَّحَابَةِ الْمُؤَافِقِينَ لِلْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ وَأَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ“ وغیرہ۔

لیکن افسوس! کہ ان میں سے کسی ایک تک بھی رسائی ممکن نہ ہو سکی، الی اللہ المشتکی، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُحْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔

اس تحریر میں امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے اکثر اور دیگر اکابر اُمت کی کتب سے بعض جگہ استفادہ کرتے ہوئے، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند سطور جمع کی گئی ہیں، اس کا نام حصولِ برکت کے لیے ”الإفادات الرضویة فی مدح الأَمیر معاویة رَضِیَ اللہُ عَنْہُ“ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان) رکھا ہے۔ اس کی ابتدا، ۲ محرم الحرام، ۱۴۳۴ھ، بمطابق ۱۶ نومبر ۲۰۱۲م بروز جمعۃ المبارک ہوئی اور الحمد للہ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ بمطابق ۸ دسمبر، ۲۰۱۲م، بروز اتوار بوقتِ ظہر مکمل ہوئی، پھر رمضان المبارک میں دوبارہ نظر ثانی کی گئی اور بحمد اللہ ۲۱ رمضان ۱۴۳۴ھ بروز بدھ کام مکمل ہوا۔ اب ماہ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ اس پر ایک بار پھر نظر کر کے تکمیل تک پہنچایا۔

آخر میں راقم الحروف حضرت علامہ مولانا استاذ الاساتذہ مفتی محمد حنیف خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ (بریلی، انڈیا) کا شکر گزار و ممنون ہے کہ آپ نے اپنے کلماتِ جلیلہ سے اس تحریر کو مزین کر کے مزید بابرکت کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی، نیز استاد جامعہ النور کراچی، علامہ مولانا اللہ رحم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ممنون ہوں، جنہوں نے تقدیم لکھی۔ اسے پہلی بار شائع کرنے سعادتِ جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان (کراچی) کے حصہ آرہی ہے، جو اب تک ۲۵۸ کتب و رسائل شائع کر چکی ہے، یہ اس سلسلہ کی ۲۵۹ ویں کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء و مشائخِ اہلسنت کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر صحت و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے اور ہماری دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔

ڈاکٹر حامد علی علیی (غفرلہ ولوالدیہ)

کراچی (پاکستان)

نذرانہ عقیدت در شانِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کلام: ڈاکٹر حامد علی علیی

مقام و مرتبہ اعلیٰ امیر معاویہ کا ہے
قیامت تک طلوع تارا امیر معاویہ کا ہے
بھلا کیسے وہ بہکے گا لقب ”ہادی“ ہوا جس کا
ہدایت کا حسین اُسوہ امیر معاویہ کا ہے
یہی ہے فیصلہ حق کا جہنم کا بنے کُتا
جو دشمن دنیا میں ٹھہرا، امیر معاویہ کا ہے
رسول اللہ کے بارے میں جو آیا مُلُکُہُ بِالشَّامِ
یقیناً اس میں اشارہ، امیر معاویہ کا ہے
جو ملکِ مصطفیٰ میں ”بادشاہ“ اسلام کا گزرا
لقب یہ تو فقط ٹھہرا، امیر معاویہ کا ہے
جو ہیں اُم حبیبہ مومنوں کی ماں، ہاں اُن سے تو
بہن اور بھائی کا رشتہ، امیر معاویہ کا ہے
ارے منکر! کہیں، اُم حبیبہ یہ نہ فرما دیں:
شفاعت پائے جو شیدا امیر معاویہ کا ہے
الہی! حشر فرما اُن کے سنگِ حامد علیی کا
بروزِ حشر جو زُمرہ امیر معاویہ کا ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام معاویہ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: معاویہ بن ابو سفیان صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ والدہ ماجدہ کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ ”صحابی“ ہیں:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے، اُس وقت عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ حضور علیہ السلام کے کاتین وحی میں سے ہیں، آپ کے والدین اور بہن بھائی بھی شرف صحابیت سے فیض یاب ہونے والے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاهم عناد۔ محدثین کرام خصوصاً ائمہ صحاح ستہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۱۔ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۲۲ھ۔
۲۔ ۲۰۰۲م، ج ۴، ص ۲۲۳۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج ۲۹، ص ۲۷۹۔

۳۔ مجمع الصحابہ، ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی، متوفی ۳۱۷ھ، دار البیان کویت، طبع اولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م، ج ۵، ص ۳۶۳-۳۶۵۔

و معرفۃ الصحابہ، ج ۴، ص ۲۲۳۔

”صحابی“ کی تعریف:

”صحابی“ اس خوش نصیب مسلمان کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا اور اسی حالت ایمان میں دارِ فنا سے دارِ بقا کی کاراہی ہو۔ اب چاہے اس صحبت سے شرف یاب ہونا مختصر وقت کے لیے میسر ہو یا طویل وقت کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہو یا نہ کی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو، بلکہ بحالت ایمان صرف زیارت سے ہی فیض یاب ہو یا بحالت ایمان شرف ملاقات تو نصیب ہوا لیکن کسی عارضہ کی وجہ سے زیارت نہ کر سکا ہو مثلاً نا پینا، تو اسے بھی صحیح قول کے مطابق ”صحابی“ ہی کہیں گے۔

قرآن کریم میں صحابہ کرام کی اقسام اور فضیلت:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے باب میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ حضرات رضی اللہ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت، اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کی سورہ حدید میں اللہ عزوجل نے صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں ذکر فرمائیں، ارشاد ہوا:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَلْفَقَ مِنْ تَرْجَمَةٍ: ”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے

۱۔ فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ج ۲۹، ص ۳۵۵، ملخصاً۔

قَبْلَ الْفَتْحِ وَقُتِلَ ۖ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ ۚ فَتْحُ مَكَّةَ مِنْ قَبْلِ خُرُوجِ جِهَادِ كَيْسِ بْنِ سَمُرَةَ وَهُوَ رَتَبُهُ
 دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ ۚ فِي أُنْ سَبْعِينَ يَوْمًا هَاجَرُوا مِنْ مَكَّةَ وَجَاءُوا رَسُولَهُ
 وَقَتَّلُوا ۖ وَكَفَّ اللَّهُ الْحُسَيْنِ ۚ كَ خُرُوجِ جِهَادِ كَيْسِ بْنِ سَمُرَةَ وَهُوَ رَتَبُهُ
 وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ [الحديد ٥٥ (١٠)]
 کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ان دو اقسام کی وضاحت:

۱۔ اس قسم میں وہ صحابہ کرام ہیں، جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، راہِ خدا
 میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا، جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی اور وہ ہر
 طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر کیسے کیسے شدید مجاہدے گوارا کر
 کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت
 کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے
 مراتب کا کیا پوچھنا۔

۲۔ اس قسم میں وہ صحابہ کرام ہیں جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، راہِ خدا
 میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا، ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہادِ مالی و قتالی
 سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور
 جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُن
 سابقون الاولون والوں کے درجہ کا نہیں۔

مؤمنین پیش فتح و پس فتح سب

اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام
 جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر
 ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

مرتبہ ”صحابیت“ میں تو سب کے سب برابر ہیں، لیکن فضل و کمال میں
 مختلف درجات رکھتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم نے پہلی قسم والوں کو دوسری قسم والوں
 پر ترجیح دی اور اُن کی فضیلت بیان کی اور صاف ارشاد فرما دیا کہ وہ مرتبہ میں بعد
 والوں سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علمِ ازل میں یہ تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی آئیں
 گے جو حضراتِ صحابہ کرام کی اعلیٰ و ارفع شان میں اپنی جہالت، غفلت یا قلبی خباثت
 و شاعت کے باعث طعن و تشنیع کریں گے اور ان کے افعال (خصوصاً باہم مشاجرات)
 کی تفتیش کریں گے، قرآن عظیم نے مذکورہ آیت میں ان دریدہ دہنوں، بے باکوں،
 بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابہ کرام کے افعال سے اُن پر طعن
 چاہتے ہیں، وہ افعال بشرطِ صحت اللہ عز و جل کو معلوم تھے پھر بھی اُن حضرات سے
 ”حُسنی (بھلائی)“ کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے،
 جنت و مدارجِ عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عز و جل کے ہاتھ میں معترض
 اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے جو ”حُسنی“ کا وعدہ اُن صحابہ سے فرمایا ہے ضرور
 پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا، آیہ کریمہ میں ہے: ﴿وَكَلَّا وَعَدَ
 اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ یعنی: اللہ تعالیٰ ان سب سے بھلائی کا

إِنَّ الدِّينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا
 الْحُسْنَىٰ ۖ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝
 لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا
 اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خِلْدُونَ ۝ لَا
 يَحْزَنُهُمُ الْفَرَعُ الْأَكْبَرُ ۖ وَتَتَلَقَّيْهُمْ
 الْمَلَائِكَةُ ۖ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ
 تُوعَدُونَ ۝

ترجمہ: ”پیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ
 ”بھلائی“ کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے
 گئے ہیں، وہ اس کی بھنک نہ سُنیں گے اور
 وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ
 رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ
 سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان
 کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وعدہ

مشکوٰۃ شریف میں باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں بحوالہ سنن ابو داود و مسند احمد حدیث نقل کی جس میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے راستے (سنت) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے "فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ"

۱۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ستاروں کی مانند“ اور

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی نشانیں میں سے ایک کشتی کا سمندر اور دریا میں چلنا بھی ہے۔ اب اگر کوئی صرف کشتی پر سوار ہو جائے اور ستاروں سے رہنمائی حاصل نہ کرے تو وہ ضرور گمراہ ہو جائے گا کیونکہ آج کے اس جدید دور میں بھی یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ سمندری سفر میں بسا اوقات جہازوں میں کمپاس وغیرہ جیسے سمت بتانے والے آلات بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں پھر اس وقت صرف یہ ”ستارے“ ہی ہوتے ہیں جن کی مدد سے رہنمائی حاصل کر کے منزل مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی سمندری سفر کے لیے صرف ستاروں کو تھامے رکھے اور ”کشتی“ کو چھوڑ دے یہ گمان کرتے ہوئے کہ میں سمندر تیر کر پار کر لوں گا، تو یقیناً لوگ اسے مجنوں کہیں گے۔ یہ ضرور ہے کہ کشتی پر سوار ہو کر ستاروں سے روگردانی کرنے والا اور اسی طرح ستاروں کو تھام کر کشتی کو چھوڑنے والا یہ دونوں کہیں نہ کہیں ضرور پہنچیں گے۔۔۔ مگر کہا۔۔۔؟ سیدنا شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کی منزل بہت واضح بتادی تھی اور فرمایا تھا: ”قَدْ وَصَلُوا إِلَى سَقَمٍ“ یعنی

بے شک یہ لوگ پہنچ گئے مگر جہنم میں“ والعياذ باللہ تعالیٰ۔ لہذا معلوم ہوا کہ اگر کوئی گمراہی کے سمندر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ ”کشتی“ میں سوار ہو جائے اور یقیناً کشتی سے محبت کرنے والا نہ اُس میں عیب نکالے گا اور نہ کبھی اسے نقصان پہنچائے گا کیوں وہ جانتا ہے کہ اگر اسے نقصان پہنچایا تو غرق ہو جائے گا، نیز سوار ہو کر ”ستاروں“ سے راہنمائی لینا شروع کر دے ورنہ ”منزل مقصود“ تک نہیں پہنچے گا۔ مختصر یہ کہ ”کشتی و ستاروں“ کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔ العاقِلُ تَكْفِيهِهِ الْإِسْهَارَةُ، عقل مند را اشارہ کافی است۔

مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث میں:

اس سلسلے میں احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، ذیل میں چند روایات بطور تبرک پیش کی جاتی ہیں:

(إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِرَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي خَيْرًا أَلْقَىٰ حُبَّ أَصْحَابِي فِي قَلْبِهِ) ۱۲۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ میری امت کے کسی شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔

(اللَّهُ فِي أَصْحَابِي! لَا تَتَّخِذُوا هُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ) ۱۳۔

۱۲ کنز العمال، دار الکتب العلمیہ، بیروت طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م، جلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۴۲۔

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! انہیں میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا، جو اُن سے محبت کرتا ہے میری محبت سے اُن سے محبت کرتا ہے، اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے میری عداوت سے اُن کا دشمن ہے، جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے (عذاب میں) گرفتار کرے۔

(مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَكَأَنَّهُ لَعَنَهُ اللَّهُ وَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ فَأَنَا أَحْفَظُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) ۱۴۔

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ کی لعنت اور جو اُن کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں قیامت کے دن اُن کا حافظ و نگہبان ہوں گا۔

تنبیہ ضروری:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ (وَلَكُنْ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ إِلَّا بِخَيْرٍ) ۱۵۔ یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ یہ صحابہ کرام کے حق میں ہے جو ایمان و سنت اور اسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور

۱۳ کنز العمال، جلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۴۲۔

۱۴ تاریخ دمشق، ترجمہ: ۵۳۰۲، عمر بن الخطاب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۷، ص ۱۸۱۔

۱۵ اشرف عقائد النسخی در الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان، ص ۱۱۶۔

اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی۔ رہے وہ بد نصیب لوگ کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے، وہ ہرگز اس حکم کا مصداق نہیں اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم ”خطائے اجتہادی“ کا ہے۔ لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو ”خوارج“ کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ) ۱۴۔

صحابہ کو بُرا کہنے والے کا حکم:

(إِذَا رَأَيْتُمْ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ) ۱۵۔

ترجمہ: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہوں تو کہو: اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

(إِنَّ شَرَّ أُمَّتِي أَعْدَائِي أَعْدَائِي) ۱۶۔

ترجمہ: میری امت میں بدترین وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کرنے والے ہیں۔

۱۶۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۶۳، ملخصاً۔

۱۷۔ کنز العمال، مجلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۳۲۔

۱۸۔ کنز العمال، مجلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۳۲۔

(مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ) ۱۹۔

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ، اُس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

”فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں قرآن و سنت کے احکام جاننے کے بعد ہم اب خاص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر کچھ ذکر کرتے ہیں۔

کیا خاص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث وارد ہوئی ہیں؟

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کئی احادیث و آثار وارد ہوئی ہیں، ان کا انکار کرنے والے ”جاہل“ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی ”حدیث صحیح“ نہیں ہے، یقیناً یہ اُن کی نادانی ہے کیونکہ علمائے محدثین اپنی اصطلاح کے مطابق کلام فرماتے ہیں، مگر یہ نا سمجھ خدا جانے معانی کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ فضائل و مناقب میں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان فضائل و مناقب کے مان لینے کو ”ضعیف حدیث“ بھی

۱۹۔ کنز العمال، مجلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۳۲۔

بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے قبول نہ کرنا فرق مراتب نہ جاننے کے سبب ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں بقول امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، صرف نواصب نے حدیثیں گھڑیں ہیں۔ اسی طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ عنہم میں تقریباً ”تین لاکھ“ حدیثیں گھڑی ہیں، جیسا کہ حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے بیان کیا ہے۔^{۲۰}

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی: (اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِيْهِ)۔^{۲۱}

ترجمہ: ”الہی! اسے راہ نما راہ یاب کر اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔“
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد و فقیہ ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عکرمہ نے شکایت کی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے، تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (دَعُوْهُ فَإِنَّهُ فَاقِيْهِ)^{۲۲}، یعنی: انھیں کچھ نہ کہہ

۲۰ فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۴۶۱-۴۶۲، ملخصاً۔

۲۱ جامع الترمذی، ابواب المناقب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، امین کمپنی دہلی، ج ۲، ص ۲۲۵۔

۲۲ صحیح بخاری، باب ذکر معاویہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۱، ص ۵۳۱، باختصار۔

کہ وہ مجتہد ہیں^{۲۳}۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عدل و شریعت کے مطابق حکم کرنے والے بارہ خلفاء میں سے ہیں:

حدیث شریف میں ہے: (عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيْزًا إِلَى اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ)۔^{۲۴}

یعنی: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بارہ خلفاء کے گزرنے تک اسلام غالب رہے گا اور وہ قریش سے ہوں گے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: (لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَا ضِيًّا مَا وَلَّهُمْ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ)۔^{۲۵}

یعنی: ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کا معاملہ ہمیشہ چلتا رہے گا، جب تک ان پر بارہ خلفاء کی ولایت رہے گی، جو سب کے سب قریشی ہوں گے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: (لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ)۔^{۲۶}

۲۳ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۹۵۔

۲۴ صحیح مسلم مقدمہ الکتاب باب الامارة باب الناس تبع لقریش، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲، ص ۱۱۹۔

۲۵ صحیح مسلم مقدمہ الکتاب باب الامارة باب الناس تبع لقریش، ج ۲، ص ۱۱۹۔

یعنی: ایک روایت میں ہے کہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا تم پر بارہ خلفاء کی خلافت قائم رہے گی جو تمام قریشی ہوں گے۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق وہ بارہ ”خلفاء“ کون سے ہیں جو قریش میں سے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین یا نائب شمار کیے جاتے ہیں؟

ان بارہ کی گنتی کس سے شروع کی جائے؟ اس میں صورتِ حق کیا ہے جو اس حدیث شریف کا مصداق ہے؟ آیا یہ حدیث قابلِ اعتبار بھی ہے یا نہیں؟ ان تمام سوالات کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں^۱:

”یہ حدیث ہے اور ان بارہ خلفاء کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شمار کرنا لازم ہے کیونکہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے: (يَكُونُ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ لَا يَلْبَثُ إِلَّا قَلِيلًا)^۲، یعنی: میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابو بکر تھوڑے ہی دن رہیں گے۔

اس سے مراد وہ خلفاء ہیں کہ والیانِ اُمت ہوں اور عدل و شریعت کے مطابق حکم کریں، ان کا متصل مسلسل ہونا ضروری نہیں، نہ حدیث میں کوئی لفظ اس پر دلالت کرنے والا ہے، اُن میں نو نفوسِ قدسیہ معلوم ہیں، باقی تین کی تعیین پر کوئی یقین نہیں، نو کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
- ۲۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔
- ۳۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔
- ۴۔ امیر المؤمنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔
- ۵۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔
- ۶۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔
- ۷۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔
- ۸۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ۔
- ۹۔ اور حضرت سیدنا امام مہدی کہ آخری زمانے میں ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، خطاء اجتہادی تھی:

اہل سنت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، خطاء اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم کی ہے:

- ۱۔ مقرر
- ۲۔ منکر۔

۲۶ صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب الامارۃ باب الناس تبع لقریش، ج ۲، ص ۱۱۹۔

۲۷ ۲۸ فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۰۔ ۵۱۔

۲۸ المعجم الکبیر، حدیث: ۱۴۲، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ج ۱، ص ۹۰۔

صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، باب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش، ج ۲، ص ۱۱۹۔

۱۔ مقرر: وہ خطا ہے جس کے کرنے والے کو اس پر برقرار رکھا جائے گا اور اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا، جیسے احناف کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا حنفی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۲۔ منکر: وہ خطا جس کے کرنے والے پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو، جیسے اجلۃ اصحاب جنگ جمل رضی اللہ عنہم کہ قطعی جتنی ہیں اور ان کی خطا یقیناً خطا اجتہادی، جس میں کسی سنیت کے دعوے دار شخص کو محل لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا، باقی مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں مداخلت کرنا ”حرام“ ہے۔

حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا) ۱۔ ترجمہ: جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔ یعنی: انہیں بُرا کہنے سے اپنی زبان روک لو۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: (سَتَكُونُ لِأَصْحَابِي بَعْدِي ذَلَّةٌ يَغْفِرُهَا اللَّهُ لَهُمْ لِسَابَقَتِهِمْ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ يَكْنُبُهُمُ اللَّهُ عَلَى مَنَاحِرِهِمْ فِي النَّارِ) ۲۔ ترجمہ: قریب ہے کہ میرے

۱۲۹ المعجم الکبیر، حدیث: ۱۲۲۷، المكتبة الفيصلية بيروت، ج ۲، ص ۹۶۔

۱۳۰ المعجم الاوسط، حدیث: ۳۲۴۳، مكتبة المعارف رياض، ج ۴، ص ۱۴۲، و مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۲۔

اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔ حدیث میں مذکور یہ وہ لوگ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے ۱۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نزاع نہ تھا:

امام محمد رحمہ اللہ ”کتاب الآثار“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل کوفہ نے قنوت نازلہ پڑھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اُن کی جنگ ہوئی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے قنوت پڑھنا اخذ کیا، کیونکہ وہ بھی جنگ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے ۲۔

بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا فَانْتَهُمُ اِحْوَانُنَا بَعُوَا عَلَيْنَا۔ (یعنی: اے اللہ! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان صلح پیدا فرما دے کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں، انہوں نے ہمارے خلاف سرکشی کر دی ہے۔)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۳۶-۳۳۷، ملخصاً۔

۲۔ کتاب الآثار، باب القنوت فی الصلوٰۃ، اداره القرآن والعلوم، کراچی ص ۴۴۔

لیکن اس روایت سے یہ سمجھنا کہ یہ دونوں حضرات اس لیے قنوت پڑھا کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو ”باغی“ سمجھتے تھے، یا ایسا گمان کرنا اور ایسا احتمال نکالنا صریح جہالت اور ان پر افتراء ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ ”مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر سمجھتا ہوں۔“

چنانچہ فرماتے ہیں: ”وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهُ أَفْضَلُ مِنِّي وَأَحَقُّ بِالْأَمْرِ وَلَكِنْ لَسْتُ مَعَهُ تَعْلَمُونَ أَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ ظُلْمًا وَأَنَا ابْنُ عَمِّهِ وَوَلِيِّهُ أَطْلُبُ بِدَمِهِ۔“ (رواہ یحییٰ بن سلیم الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین، بسند جید عن ابن مسلم الخولانی)۔

یعنی: بیشک میں جانتا ہوں کہ علی کرم اللہ وجہہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم جانتے ہو کہ تحقیق عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کئے گئے ہیں اور میں ان کے چچا کا بیٹا ان کا بھائی اور ان کا ولی ہوں میں ان کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں^{۳۳}۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادب کرتے تھے:

امام احمد ”رحمۃ اللہ فی فضائل صحابہ“^{۳۴} میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یوں سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا، فرمایا: سَلَّ عَنْهَا عَلِيُّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ

^{۳۳} فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۰۳-۵۰۹، ملخصاً۔

^{۳۴} فضائل الصحابة لامام احمد، حدیث: ۱۱۵۳، فضائل علی، مؤسسة الرسالہ، بیروت، ۱۴۷۵ھ۔

فَهُوَ أَعْلَمُ۔ یعنی: مولا علی سے پوچھو وہ زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سائل نے کہا: یا امیر المؤمنین! مجھے آپ کا جواب ان کے جواب سے زیادہ محبوب ہے،

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بِئْسَمَا قُلْتَ لَقَدْ كَرِهْتَ رَجُلًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُوهُ بِالْعِلْمِ غَرًّا وَلَقَدْ قَالَ لَهُ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَكَانَ عَمْرُو إِذَا أَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ يَأْخُذُ مِنْهُ۔

یعنی: اے شخص! تو نے سخت بُری بات کہی، تو نے ایسے کو نا پسند کیا جس کے علم کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت افزائی فرماتے تھے اور بے شک حضور نے ان سے فرمایا: ”تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی بات میں مشکل پیش آتی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جواب لیا کرتے تھے^{۳۵}۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو خلافت سپرد کی تھی:

بے شک حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی۔ اس سے مقصود، صلح اور بندش جنگ تھی اور یہ صلح و تفویض خلافت اللہ و رسول کی پسند سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا: (إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ

^{۳۵} فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۶۷۵-۶۸۱۔

عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ) ۳۱۔

ترجمہ: ”میرا یہ بیٹا سید ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے، اگر آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہر گز انہیں خلافت تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے ۳۲۔

اہل حق کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا راست آنا اُس دن سے ہوا، جب سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمائی اور یہ وہ صلح جلیل و جمیل ہے، جس کی اُمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور اس صلح کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت سے ناشی قرار دیا، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں فرماتے ہیں، جو صحیح بخاری میں ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمادے۔ اور اسی سے ظاہر ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی، امام حسن مجتبیٰ پر طعنہ زنی ہے بلکہ ان کے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

طعنہ ہے بلکہ یہ اُن کے خدا عز و جل پر طعن کرنا ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی باگیں ایسے کو سوچنا جو طعنہ زنوں کے نزدیک ایسا ایسا ہے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے، اور معاذ اللہ (ان کے طور پر) یہ لازم آتا ہے کہ اس خیانت کا ارتکاب امام حسن مجتبیٰ نے کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند کیا، حالانکہ وہ تو اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی ہے، جو انہیں خدا کی طرف سے آتی ہے۔ تو اس تقریر کو یاد رکھو اس لیے کہ یہ اس کے لیے نافع ہے جس کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ۳۳۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث کے مطابق پہلے بادشاہ ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں، اسی کی طرف ”توراۃ مقدس“ میں اشارہ ہے کہ: (هَؤُلَاءِ بِمَكَّةَ وَمُهَاجِرُهُ طَيْبَةُ وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ)۔ ترجمہ: ”وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔“ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ ”سلطنت“ ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ۳۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت بیس سال

۳۸ المعتمد المستند، امام احمد رضا خان، مترجم مفتی محمد اختر رضا خان، ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷ء، مکتبہ

برکات المدینہ کراچی، ص ۲۸۷-۲۸۸۔

۳۹ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۵۷، احکام شریعت۔

۳۶ صحیح البخاری، کتاب المناقب، مناقب الحسن والحسين، قدیمی کتب خانہ، ج ۱، ص ۵۳۰۔

مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطبع مجتبیٰ دہلی، ص ۵۶۹۔

۳۷ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۳۵-۳۳۶، ملخصاً۔

رہی، جبکہ خلافت راشدہ میں بھی بیس سال تک گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔
اصحابِ سید المرسلین و اہل بیت کرام کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ:

حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مرسلین و سادات فرشتگانِ مقررین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بڑی عزت و منزلت اور قرب قبول احدیت پر فائز اصحابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انہیں میں حضرت بتول، جگر پارہ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا اور اس دو جہاں کی آقا زادی کے دونوں شہزادے، عرش کی آنکھ کے دونوں تارے، آسمانِ سیادت کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسول، امامین کریمین، سعیدین شہیدین، تقیین نقیین، نیرین، طاہرین ابو محمد حسن و ابو عبد اللہ حسین، اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت یعنی امہات المؤمنین، ازواجِ مطہرات علی المصطفیٰ و علیہم کلہم الصلوٰۃ والتحیۃ داخل ہیں، اس لیے کہ ”صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ خدا نما کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔“ ان کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ محب جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو بروں کی ہم نشینی و رفاقت سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لیے، جو اس کے محبوب و سید المحبوبین ہیں، ”خیارِ خلق“ کو حضور کا صحابی، جلیس و انیس و یار و مددگار مقرر فرمایا ہے تو اب جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالیٰ کے کمالِ حکمت و تمام قدرت پر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غایت محبوبیت و نہایت منزلت پر اعتراض کرتا ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(اللّٰهُ فِي أَصْحَابِي! لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ)۔

ترجمہ: خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، انہیں نشانہ نہ بنا لینا میرے بعد، جو انہیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے انہیں دوست رکھتا ہے اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو (عذاب میں) گرفتار کر لے، رواہ الترمذی وغیرہ۔

تمام دنیا کے خارجی، ناصبی اور رافضی ہو شیار ہو جائیں:

اب اے خارجیو! اے ناصبیو! کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا اس ارشاد عام سے اور جناب باری تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾^{۲۲} سے جناب ذو النورین امیر المومنین حضرت عثمان غنی و حضرت اسد اللہ غالب امیر المومنین علی بن ابی طالب و حضرات سبطین کریمین امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو خارج کر دیا ہے؟!

یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے جن میں سب صحابہ شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں، خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین جناب صدیق اکبر، عمر فاروق اور امیر المومنین کامل الحیاء والایمان حضرت مجبڑ حبیب العسرة فی رضی الرحمن عثمان بن عفان و جناب ام المومنین، محبوبہ سید العالمین عائشہ صدیقہ بنت صدیق و حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ و غیر ہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں کہہ دیا کہ ”اصحابی“ سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ”ہم“ کے مصداق ان لوگوں کے سوا اور ہیں؟! جو تم ان کے اے خوارج اور اے روافض! دشمن ہو گئے۔ اور عیاذ باللہ انہیں لعن طعن سے یاد کرنے لگے، ہاے بد بختی! یہ نہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی ہے اور ان کی ایذا، حق تبارک و تعالیٰ کی ایذا۔

۲۲ ترجمہ: ”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی“۔ [التوبہ: ۹: (۱۰۰)]۔

اہلسنت وجماعت اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہیں:

اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ ”اہل سنت وجماعت“ پر ہے، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو ہمیشہ کسی استثنائے بغیر نگاہ تعظیم و اجلال اور نظر تکریم و توقیر سے دیکھنا اپنا شعار و دثار کر لیا ہے اور سب کو چرخ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جاننا، عقیدہ کر لیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا سرورِ عدول و اختیار و اتقیاء و ابرار کا سردار ہے، تابعین سے لے کر قیامت تک، اُمت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحب سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہر گز ہر گز ان صحابہ کرام میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ احد کے برابر سونا خیرات کرنا، اُن کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں^{۲۳}، جو قُربِ خدا انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجۃِ عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔

اہلسنت وجماعت ان سب کو بالا جمال اعلیٰ درجے کا بڑو تلقی جانتے ہیں اور تفصیل احوال کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس پر نظر کرنا حرام

۲۳ صحیح البخاری، مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۱، ص ۵۱۸۔

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲، ص ۳۱۰۔

مانتے ہیں، جو فضل ان حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا اٹھہرے، اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔ اور اللہ کا سچا قول ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ“ سُن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وسلم حکم فرما چکے: (إِذَا ذُكِرُوا أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا)^{۴۲}۔ ترجمہ: جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

لہذا اہلسنت وجماعت نے اپنے آقا کا فرمان عالی شان اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں سُن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا اور جان لیا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراہ ہیں پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں، بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے، جس کے اجتہاد میں جو بات دین الہی وشرع رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اصلح واسب معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں اور سب واجب الاحترام ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروغ مذہب میں مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ، امام

شافعی وغیرہ کے اختلافات نہ ہر گز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا۔

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم نے اتنا یقین کر لیا کہ سب صحابہ کرام اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابراہین اور ان کے مشاجرات کی تفصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ اہل حق اہلسنت وجماعت شاہراہ عقیدت پر چل کر منزل مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب باطل تفصیلوں میں خوض و ناحق غور کر کے ضلالت اور بددینی میں جا پڑے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں^{۴۳}۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کی شان میں طعن و تشنیع کرنا ”رفض“ اور ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا ”مکروہ تحریمی“ ہے اور پڑھی ہوئی نماز کو دہرائنا واجب ہے، اگرچہ ہر مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے نماز واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۶۲۳-۶۲۶ میں ہے: ”کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب: ۱۔ جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی مفسد ہوں،

۲۔ وضو ۳۔ یا غسل صحیح نہ کرتا ہو ۴۔ یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نجری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم،

۵۔ یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے ”کفر“ میں شک کرے ۶۔ یا اس کے کافر کہنے میں تامل کرے ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے، ۷۔ اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ مولیٰ علیٰ کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل ”امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ“ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز ”بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ“ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیر نا واجب،

اور ۸۔ انھیں کے قریب ہے فاسق معین مثلاً داڑھی منڈا یا خشاشی رکھنے والا یا کتر واکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ۹۔ ریشمی کپڑے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی،

۱۰۔ یا کئی نگ کی انگوٹھی۔ ۱۱۔ یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں، ۱۲۔ یا عود خور،

۱۳۔ یا ناچ دیکھنے والا ان کے پیچھے بھی نماز ”مکروہ تحریمی“ ہے۔

اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوب صورت آمر دیا جذامی یا برص والا جس

سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز ”مکروہ تنزیہی“ ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معین ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں، امام اُسے کیا جائے جو سنی العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرآن مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

دشمنان صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے بچنا لازم:

دشمنان صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے بچنا لازم کہ یہ گمراہ و بد مذہب ہیں، ایسوں کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ۖ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک [المائدہ ۵: (۵۱)] اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

اور ان لوگوں سے بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بد مذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا يَنْصِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ ○ ترجمہ: ”اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضروری ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور مشہور پیشوایوں بچے کہ جاہل لوگ اسے دیکھ کو خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے ان سے ملتا دیکھ کر ان کے مذہب کی شاعت ان کی نظروں میں ہلکی ہو جائے۔

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے: يُكْرَهُ لِلْمَشْهُورِ الْمُفْتَدَى بِهِ الْإِخْتِلَافُ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبَاطِلِ وَالشَّرِّ إِلَّا بِقَدْرِ الضَّرُورَةِ لِأَنَّهُ يَعْظُمُ أَمْرُهُ بَيْنَ أَيْدِي النَّاسِ وَلَوْ كَانَ رَجُلًا لَا يُعْرَفُ يُدَارِيهِ لِيَذْفَعَ الظُّلْمَ عَنْ نَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ إِيْمٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ^{۳۷}۔

ترجمہ: ”مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہل باطل اور اہل شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے کہ) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے گا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح ملتقط میں مذکور ہے۔“

ابن حبان اور حافظ عقیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي فَاخْتَارَ بَيْنِي أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي وَسَيَاتِي قَوْمٌ يَسْبُونَهُمْ وَيَنْتَقِصُونَهُمْ فَلَا تُجَالِسُوهُمْ وَلَا تُشَارِبُوهُمْ وَلَا تُؤَاكِلُوهُمْ وَلَا تُنْأَكِحُوهُمْ) ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب و اصہار پسند کئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں بُرا کہے گی اور ان کی شان گھٹائے گی، تم ان کے پاس مت بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا“^{۳۸}۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والا جہنم کا کتا ہے:

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ ”نسیم الریاض“ شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے^{۳۹}۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ہم کیا کریں۔۔؟
فتاویٰ رضویہ میں ہے^{۴۹}:

مسئلہ ۷۹: مرسلہ عبد الجبار خاں طیب دھام پور ضلع بجنور ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ۔

۱۔ جو شخص کہ خلیفہ برحق سے برسر بغاوت و برسر پیکار ہو، کیا وہ شخص قابل عزت و لائق احترام ہے اور اس کے نام کو لفظ ”حضرت و رحمة اللہ علیہ“ یا ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی؟

۲۔ کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، باغی اور خطاکار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی جس میں ان پر بدینتی اور عصیان کا الزام عائد نہ ہو گا۔ تفصیل واضح مطلوب۔

الجواب:

۱۔ اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرت میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد: (إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا)^{۵۰}۔ یعنی: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے، (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔

۴۹۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۲۶-۲۲۸، ملخصاً۔

۵۰۔ المعجم الکبیر، حدیث: ۱۲۲۷، المکتبۃ الفیصلیہ، بیروت، ج ۲، ص ۹۶۔

رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو، فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلًا أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا﴾^{۵۱} اور ساتھ ہی فرمادیا: ﴿وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾^{۵۲} دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾^{۵۳} اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے، یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے یا ایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔

اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اُس کے لیے کیا فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۚ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۚ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خُلْدُونَ ۚ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفِتْنُ ۚ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ ۚ هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾^{۵۴}۔

۵۱۔ ترجمہ: ”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ بھلائی (جنت) کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔“ [الحمدید ۷: ۱۰]۔

۵۲۔ [الانبیاء ۲۱: ۱۰۱-۱۰۳]۔

ترجمہ: ”بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھٹک تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وعدہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔“

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوء ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بفرض غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ ﴿أَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ﴾۔ دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ ”حضرت“ کہا جائے گا، ضرور ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے، وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ۔

۲۔ اُس کا جواب بھی جواب اول سے واضح ہو چکا، بلاشبہ اُن کی خطا خطائے اجتہادی تھی اور اس پر الزام معصیت عائد کرنا اس ارشاد الہی کے صریح خلاف ہے۔“

اختلاف علماء کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے کرام کا بعض عظیم الشان ہستیوں کے بارے میں طعن ملتا ہے، خواہ وہ کسی وجہ سے بھی ہو، ہمیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ

”بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور پر نور امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے ہے، کہ ان میں فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعہ زیدی۔“

یہی روشِ آداب بھگد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطافی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابر محبوبانِ خدا کے مدارک عالیہ تک درس و ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع و اقدس، والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ و اولیائہ و علمائہ و اہلہ و حزبہ اجمعین، آمین^{۵۳}۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا جواب:

س: ۱: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لالچی شخص تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ سے لڑکر ان کی خلافت لے لی اور ہزار ہا صحابہ کو شہید کیا۔

ج: ۲: کچھ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ خطا پر تھے ان کو امیر نہیں کہنا چاہیے۔

ج: ۳: کچھ کہتے ہیں کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما لالچی تھے (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ کیا ان شخصوں کو اہل سنت و جماعت سے کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شریف مشرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ فتح مکہ کے بعد پھر فرمایا: ﴿وَكَلَّا وَعَدَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ان کو فرماتا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ﴿لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا﴾ اس کی بھک تک نہ سنیں گے ﴿وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ﴾ لَا يَخْرُجُ عَنْهَا الْكَافِرُ اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں

نعمین نہ کرے گی ﴿وَتَتَلَقَّوهُمْ الْمَلَائِكَةُ﴾ فرشتے ان کا استقبال کریں گے ﴿هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ یہ کہتے ہوئے کہ یہ تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں، رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے، باایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔

اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی ”نسیم الریاض“ شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: وَمَنْ يَكُونُ يَظْعَنُ فِي مُعَاوِيَةَ فَذَاكَ كَلْبٌ مِنْ كِلَابِ الْهَوَايَةِ^{۵۵}۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

ان تمام شخصوں میں پہلا اور دوسرا شخص جھوٹا ہے اور آخری شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ ہے تمام انتظام دین و دنیا اسی سے متعلق ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے۔ جنازہ مبارکہ حجرہ ام المؤمنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہتا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔

ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا سب سے سخت تر الزام امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھروالوں سے ہی متعلق ہوتا ہے یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہوں نے ہی رسول کا یہ کام کیا ہوتا یہ کچھلی خدمت بجالائے ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا، جس پر علی مرتضیٰ اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر۔۔۔

چشم بد اندیش کہ برکنہ باد عیب نماید بہ نگاہش ہنر

(بدخواہ کی آنکھ برباد ہو جائے اس کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے)

یہ خبیثاء خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے۔ بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں، حدیث شریف میں ہے: (مَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ

آذَى اللّٰهُ وَمَنْ آذَى اللّٰهُ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ)۔^{۵۵} جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے، والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔^{۵۶} مشاجرات صحابہ کرام کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیں، ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی مانتے ہیں اور ان سب کو مورد لغزش بر غلط و خطا اور حضرت علی شیر خدا کو ان حضرات سے بدرجہا مکمل و اعلیٰ جانتے ہیں، مگر احادیث کریمہ (جن میں صحابہ کے مناقب و فضائل مروی ہیں) کی وجہ سے زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر رکھتے ہیں، جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔

تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ ائمہ المؤمنین صدیقہ عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں طعن کریں، حاش!

۵۵ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب من سب صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم، امین کمپنی دہلی، ج ۲، ص ۲۲۶۔

۵۶ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۶۳-۲۶۵۔

یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و بریت میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

اور حضرت زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ زبیر بن العوام، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری تھے اور یہ طلحہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لیے سپر، وقت جاں نثاری رہا کرتے تھے۔ رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے اور حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کا مقام و مرتبہ ان سب سے بلند و بالا ہے۔

مگر فضل صحبت و شرف صحابیت و شرف سعادت، خدا کی دین ہے۔ جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کر سکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت تھا۔ صاحب ایمان مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ ہم تو محمد اللہ سرکار اہل بیت کرام کے غلامانِ خان زاد ہیں، ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا رشتہ خدا نخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں، مگر ہاں اپنی سرکاری

طرفداری اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا الزام بدگوئیوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حسب بشارت اپنے جدِ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت خلافت راشدہ کے، عین معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور ملک اور امورِ مسلمین کا انتظام و انصرام امیر معاویہ کو سپرد کر دیا، اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ العیاذ باللہ کا فریا فاسق تھے یا ظالم جائز تھے یا غاصب جابر تھے، تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبارِ مسلمین و انتظامِ شرع و دین، باختیارِ خود ایسے شخص کو تفویض فرما دیا اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا، اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے، تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں (حضرت امیر معاویہ) کو اختیار کیا۔ حاشا للہ! بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کافی صحیح البخاری، صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا: (إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)۔

ترجمہ: ”میرا یہ بیٹا سید ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عز و جل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرا دے“۔ اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب

کرے اور اپنی عاقبت برباد، والعیاذ باللہ^{۵۸}۔

وصال: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۵ رجب، سن ۶۰ ہجری میں دمشق میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال، ۷۸ سال یا ۸۶ سال تھی^{۵۹}۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کہ انہیں حضور ﷺ کی عطا کردہ قمیص میں کفنا جائے: ”الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب“ اور ”اسد الغابہ“ وغیرہ کتب میں ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا: (إِنِّي صَحْبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَةٍ فَأَتْبَعْتُهُ بِأَدَاوَةٍ فَكَسَانِي أَحَدُ ثَوْبَيْهِ الَّذِي بَلِي جَسَدُهُ فَخَبَأْتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ، وَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَظْفَارِهِ وَشَعْرِهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَخَذْتُهُ، فَخَبَأْتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ فَإِذَا أَنَا مُتٌ فَأَجْعَلْ ذَلِكَ الْقَبِيصَ دُونَ كَفْنِي مِمَّا بَلِيَ جَسَدِي وَخُذْ ذَلِكَ الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِي قَبِيٍّ وَعَلَى عَيْنِي وَمَوَاضِعِ السُّجُودِ مِنِّي، وَقَالَ: افْعَلُوا ذَلِكَ وَخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ أَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ^{۶۰}۔

مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، مطبع مجتہائی دہلی، ص ۵۶۹۔

۵۸ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۷۵-۳۷۹، ملخصاً۔

۵۹ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۴، ص ۲۳۳۔

۶۰ کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، علی ہاشم الاصابی، ترجمہ: معاویہ بن سفیان، مطبوعہ دار

صادر بیروت، ج ۳، ص ۳۹۹۔

یعنی: میں صحبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہوا، ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے گرتا کہ بدن اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ گرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناخن و مومے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مر جاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، مومے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔ نیز فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا^{۶۱}۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ و اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبے کو سمجھنے اور ان کی عزت و احترام کو اپنے اوپر لازم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا حشر ان ہی نفوس قدسیہ کے ساتھ فرمائے اور ان کے بدخواہوں کے شر سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو محفوظ فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، باب الیم والعین، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ، ج ۴، ص ۳۸۷۔

۶۱ فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۱۱۷، و ص ۱۳۶۔

پہنان الوہیت و تقدیس رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ



عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

گزشتہ قرآن
گزشتہ ایمان

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتوزبان میں دستیاب ہے

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
کی ایک دلکش کاوش

